عبدالمنان معاویہ

فلسفہ معراجِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
اور دورِ حاضر کے تقاضے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج شریف کا واقعہ نہایت مشہور و معروف ہے، اُسے علمائے اسلام نے نہایت تفصیل سے تحریر فرمایا ہے، اور اکثر واقعہ تفسیر قرآن کریم اور صحیح احادیث نبویہؐ میں موجود ہے، اس سارے واقعہ سے دورِ حاضر کے مسلمانوں کو کیا سبق ملتا ہے؟ اور اِس واقعہ کو مدنظر رکھ کر آئندہ مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے، یہ سوالات نہایت اہم ہیں اور اس مختصر تحریر میں ہم اس بات پر روشنی ڈالیں گے، (ان شاء اللہ) واقعہ معراج کب پیش آیا؟ اس میں علمائے سیر کا اختلاف ہے، اس بارے میں علمائے کے دس اقوال ہیں، حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واقعہ معراج سفر طائف کے بعد پیش آیا (زادالمعاد) محقق عالم دین، محدث و مفسر قرآن حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں: ''راجح قول یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد اور بیعتِ عقبہ سے پہلے معراج ہوئی... یہ امر روایات سے ثابت ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے ہی وفات پا گئیں اور یہ بھی مسلّم ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا شعب ابی طالب میں آپ کے ہمراہ تھیں، شعب ابی طالب سے نکلنے کے بعد ان کا انتقال ہوا اور یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ اور آپ کے تمام مقدمات سے نتیجہ یہی نکلا کہ معراج ۱۰ نبوی کے بعد ۱۱ نبوی میں سفر طائف سے واپسی کے بعد کسی مہینہ میں ہوئی، رہا یہ امر کہ کس مہینہ میں ہوئی، اس میں اختلاف ہے، ربیع الاول یا ربیع الآخر، یا رجب یا رمضان یا شوال میں ہوئی، پانچ قول ہیں، مشہور یہ ہے کہ رجب کی ستائیسویں شب میں ہوئی'' (سیرۃ المصطفیٰؐ: ۲۸۸/۱) اب ہم اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے آیت قرآنی کا مفہوم پیش کرتے ہیں، ارشاد ربانی ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا
الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (بنی اسرائیل: ۱)

پاک ہے وہ ذات (یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات) جس نے اپنے بندہ کو، ایک رات

میں (رات کے کچھ حصہ میں) مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سفر کرایا، جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں، تاکہ ہم اپنی نشانیاں دکھائیں، بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

حق تعالیٰ نے آغازِ کلام یہاں سے فرمایا کہ سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ یعنی پاک ہے، وہ ذات، اس ابتدائیہ سے حق تعالیٰ اُن لوگوں کے شکوک وشبہات دور فرمانے چاہتے ہیں، جو واقعہ معراج کو عقل کے ترازو میں دیکھ رہے تھے، یا اب تلک دیکھ رہے ہیں، کیونکہ یہ واقعہ عقلی میزان پر پیش کرنا کا نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق ایمان بالغیب پر ہے، اور دوسری بات جو اہم ہے کہ اس ابتدائیہ کلام سے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ سُبْحٰنَ الَّذِیْ پاک ہے وہ ذات، یعنی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف نہیں لے گئے، بلکہ پاک ہے وہ ذات جس پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی، اور وہاں سے آسمانوں، جنت ودوزخ کی سیر کرائی گئی، ملاقات باری تعالیٰ ہوئی، یہ سب قدرت الٰہیہ سے ہوا، اور اللہ وہی ہے جس نے جنت سے آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجا، اگر باری تعالیٰ جنت کی وادی سے ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام واُم البشر حضرت حوا سلام اللہ علیہا کو زمین پر بھیج سکتے ہیں، تو کیا زمین سے وہ اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں پر نہیں بلا سکتے..؟ اور منکرین کا اعتراض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں، بلکہ قدرت باری تعالیٰ پر ہے، اسی لیے آغازِ کلام سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ سے فرما کر معترضین کے اعتراضات کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے پھیر دیا۔

عربی زبان میں اَسْرٰی، رات کی سیر کو کہا جاتا ہے، بعض علمائے کرام اَسْرٰی سے مراد مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر اور مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک کی سیر کو معراج سے تعبیر فرماتے ہیں، اور بعض علمائے کرام دونوں کو معراج کہہ دیتے ہیں اور عوام میں بھی یہی رائج ہے۔ کیونکہ معراج کا واقعہ رات کے وقت پیش آیا تھا، اس لیے اِسے اَسْرٰی سے تعبیر فرمایا اور آگے فرمایا بِعَبْدِہٖ اپنے عبدِ کامل کو، یعنی اس لفظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عبدِ کامل ہونے کی تصریح فرمادی، تاکہ کل کلاں واقعہ معراج کو بنیاد بنا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا شریک نہ بنالیں، یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنسِ بشریت کی نفی نہ فرمادیں، اس لیے اولاً اپنی قدرت، بزرگی کا اعلان فرمایا، پھر رات کی سیر کا ذکر کرکے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت کاملہ کا تذکرہ فرمادیا، یہ اس لیے بھی تھا کہ لوگ اسے ایک دلچسپ واقعہ سمجھنے کے بجائے عقیدہ سمجھیں، اور لوگوں کو عقائد سمجھیں، ان ابتدائی مفہومِ قرآنیہ کے بعد واقعہ معراج ملاحظہ فرمائیں۔

بخاری ومسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں اپنے گھر میں آرام فرما تھے، کہ مکان کی چھت کھلی اور جبریل علیہ السلام مع جماعتِ ملائکہ کے تشریف لائے

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند سے بیدار کیا ،انہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدرِ مبارک کو چاک کیا اور اُسے آبِ زم زم سے دھویا ،اس کے بعد سونے کا ایک طشت ایمان وحکمت سے بھر کر لائے اور اسے اس میں ڈال کر بند کر دیا ،اور ساتھ لے کر چل پڑے ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص سواری لائی گئی جس کا نام براق تھا ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہوئے اور سب سے پہلے مدینہ طیبہ (اُس وقت کا یثرب) دو رکعت نماز پڑھی ،وادی سینا شجرۂ موسیٰ کے قریب دو رکعت نماز ادا فرمائی ،پھر مدین میں دو رکعت نماز پڑھی ،پھر بیت اللحم میں پیدائش عیسیٰ علیہ السلام کے قریب دو رکعت نماز ادا فرمائی ،وہاں سے روانہ ہوئے تو ایک بوڑھی نے آپ کو آواز دی ،جبریل علیہ السلام نے اُس کی جانب التفات سے منع فرمایا، پھر آگے ایک بوڑھے نے آواز دی ،تو بھی جبریل علیہ السلام نے ان کی جانب متوجہ ہونے سے منع فرمایا، بوڑھی عورت ،دنیا تھی جس کی عمر ختم ہونے کو ہے،اور بوڑھا شخص شیطان تھا۔

پھر مسجد اقصیٰ میں پہنچے وہاں ارواح انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات موجود تھیں ،انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا ،اس کے بعد اذان ہوئی ،اقامت کہی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کرائی ،بعض روایات میں آتا ہے کہ انبیائے کرامؑ کے علاوہ سماوی فرشتے نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نماز ادا کی ،جب نماز ادا فرمالی گئی تو سماوی ملائکہ نے جبرئیل امینؑ نے دریافت کیا کہ یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا یہ محمد رسول اللہ خاتم النبیینؐ ہیں ،ملائکہ نے پوچھا کہ کیا ان کے پاس بلانے کا پیغام بھیجا گیا تھا ؟ جبریل علیہ السلام نے فرمایا، ہاں ،فرشتوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کو زندہ وسلامت رکھے ، بڑے اچھے بھائی اور بڑے اچھے خلیفہ ہیں (تلخیص از سیرۃ المصطفیؐ ،ج:۱)

پھر جبریل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر آسمان پر لے گئے ،جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر پہنچے تو جبریل علیہ السلام نے آسمان کے داروغہ سے کہا کہ کھولو ،اس نے کہا کہ کون ؟انہوں نے جواب دیا ''جبریلؑ'' اس نے پوچھا کیا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے ؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ،اس نے سوال کیا کیا وہ بلائے گئے ہیں ؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا ،جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے آسمان پر تشریف لے گئے تو ایک شخص کو دیکھا جس کے دائیں اور بائیں بہت سی پرچھائیں تھیں جب وہ دائیں دیکھتے تو مسکراتے ،اور جب بائیں دیکھتے تو روتے ،آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر انہوں نے ''مرحبا یا نبی الصالح ،مرحبا یا ابن الصالح'' کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریلؑ سے پوچھا یہ کون ہیں انہوں نے بتایا یہ آدم علیہ السلام تھے ،اسی طرح دیگر انبیاء کرامؑ سے ملاقاتیں ہوتیں رہیں ہر نبی ورسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرحبا یا اخی الصالح کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کا استقبال کرتا اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "مرحبا یا نبی الصالح" کے ساتھ "مرحبا یا ابن الصالح" بھی کہا۔اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اُس مقام پر پہنچے جہاں قلم قدرت کے چلنے کی آواز آرہی تھی ،اس موقع پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پچاس نمازیں فرض کی ،اس عطیہ ُربانی کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر کیا فرض کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ بارگاہ ایزدی میں حاضری دی اور کم کرائیں آپؐ کی امت اس کی متحمل نہیں ہوسکے گی ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم دربارِ خداوندی میں حاضر ہوئے تو ایک حصہ کم کردیا گیا ،دوبارہ موسیٰ علیہ السلام نے مشورہ دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر دوبارہ تشریف لے گئے اس طرح اپنی امت کی خاطر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی چکر لگائے آخر حق تعالیٰ نے کم کرتے کرتے پانچ نمازیں فرض قرار دے دی،ان پانچ نمازوں پر ثواب اب بھی پچاس نمازوں کا ہی ملے گا۔

روایات میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین عطائے ربانی ملے ،سورۃ البقرہ کی آخری آیات ،جن میں ایمان وعقائد کی تکمیل وتشریح مذکور ہے ،اور دورِ مصائب کے خاتمہ کی بشارات ہے ،حق جل مجدہ نے خاص مژدہ سنایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے جو کوئی شرک نہ کرے گا ،اُس کی مغفرت کردی جائے گی ،اور تیسرا عطیہ نمازوں کا جس کا ذکر اوپر آچکا ہے،اس کے بعد سدرۃ المنتہیٰ (انتہاء کی بیری کا درخت) کی سیر کرائی گئی ،اس درخت پر شان ربانی کا پَرتو تھا،جس سے اُس درخت کی ہیت تبدیل ہوگئی اور پھر اُس میں حسن کی وہ کیفیت پیدا ہوئی جس کو کوئی زبان لفظوں میں بیان نہیں کرسکتی ،اُس میں انوارِ وتجلیات کے ایسے رنگ ظاہر ہوئے جو زبان وبیان سے باہر ہیں ،اسی مقام پر حضرت جبریل علیہ السلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اصلی شکل میں دیکھا،سیرۃ النبیؐ از شبلی نعمانی میں لکھا ہے کہ:"پھر شاہد مستورِ ازل نے چہرہ سے پردہ اٹھایا اور خلوت گاہ راز میں ناز ونیاز کے وہ پیغام ادا ہوئے ،جن کی لطافت ونزاکت الفاظ کے بوجھ کی متحمل نہیں ہوسکتی ،فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ماوحیٰ"(سیرۃ النبیؐ :۳/۲۲۷) پھر جنت اور دوزخ کی سیر کرائی گئی ،پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی ہوئی ،بعض روایات میں آتا ہے کہ انبیائے کرامؑ کو نمازِ کی امامت واپسی پر کرائی ،حافظ ابن کثیرؒ اور کئی دیگر علمائے کرام کا رجحان اسی طرف ہے،لیکن اکثریت کے نزدیک جاتے ہوئے امامت کے فرائض انجام دیئے گئے ،واللہ اعلم

یہاں تک صحیح روایات کی روشنی میں ہم نے واقعہ معراج بیان کردیا ہے ،اب آتے ہیں کہ دورِ

حاضر میں جب مسلمان چہار عالم میں ذلت کی دلدل میں دھنسے ہوئے ہیں، ہر سو خون مسلم پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے، اہل یورپ جانوروں کے حقوق کی آواز بلند کرتے ہیں، لیکن مسلمانوں کے خون کی اُن کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں، برما، کشمیر، فلسطین، لیبیا، عراق، شام، اور افغانستان کا حالیہ واقعہ، پاکستان میں خود کش حملے، قتل وگری، یمن کی حالت زار، کس سے ڈھکی چھپی ہے، اب سعودی عرب کے زوال کے دن بھی شروع ہو چکے ہیں، اہل عرب مندر بنا کر خوشی کا اظہار کر رہے ہیں، اور ہندوستان میں مودی سرکار مسلمانوں کی نسل کشی میں مصروف عمل ہے، چہار عالم نظر دوڑا کر مسلمانوں کی موجودہ حالتِ زار دیکھ کر ہم اس پر غور وفکر کرتے ہیں کہ واقعہ معراج سے ہمیں سبق کیا ملتا ہے.؟

علامہ اقبالؒ نے فرمایا کہ......

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰؐ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے معراج کے سفر کو ''عرج بی'' سے بیان فرمایا، عرج کا معنی ہے اوپر چڑھنا، بلندی کی طرف جانا، سیڑھی چڑھنا، واقعہ معراج امت مسلمہ کو یہ سبق دیتا ہے، کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے معراج کرائی، اُن کی نبوت وہبی، اُن کا سفر معراج بھی وہبی، لیکن ہم کسب کے مکلّف ہیں، تو ہمیں عروج بھی کسبی ملے گا اور اُس کے لیے ہمیں خود محنت کرنا ہوگی، اُس کے لیے سب سے اہم شئے جو ہے وہ یہ ہے کہ ہم دین اسلام کے احکامات کی پابندی کرتے ہوئے جدید علوم سیکھیں اور اُن میں اپنا مقام بنائیں، اپنی صلاحیتوں کو تعمیری کاموں میں صَرف کریں، اور اس کے لیے وسیع ذرائع کے موجود ہونے کا انتظار مت کریں، بلکہ محدود وسائل کو استعمال میں لا کر تھوڑا کام کریں اور اسی کام کو نئے طرز سے، کم وسائل میں ہونے والے کام میں جدت کے طریقے اپنے ذہن سے اختراع کریں، اس وقت پوری امت مسلمہ کی نظر ملک پاکستان پر جمی ہوئی ہے، اور یہ وقت ہے کہ پاکستان کے نوجوان اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر دنیا میں اپنا سکہ منوائیں اور اسلامی دنیا کی رہنمائی کریں، اللہ تعالیٰ ہمیں اللہ تعالیٰ کے احکامات اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات پر عمل کرنے اور خلفائے راشدینؓ کے طرز حیات کو اپنانے کی توفیق نصیب کرے۔ آمین